مسند حمیدی - ایک تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر محمد صہیب

مسند اس مجموعۂ حدیث کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو موضوعات اور ابواب کے بجائے ہر صحابی کی علیحدہ علیحدہ حدیثیں مع ان کی اسناد کے جمع کردی گئی ہوں۔[۱] مسانید کے مرتب کرنے میں بیش تر افضلیت کا اعتبار کیا جاتا ہے کہ پہلے خلفائے اربعہ، پھر عشرۂ مبشرہ اور خلفائے اربعہ میں بھی پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ، پھر حضرت عمرؓ وغیرہ کی مسانید کو ان کی فضیلت کے اعتبار سے نقل کیا جاتا ہے۔

مسانید بہت ہیں۔ شیخ محمد بن جعفر الکتانی نے ۸۰ سے زائد مسانید کا ذکر کیا ہے، اور آخر میں لکھا ہے: "والمسانید کثیرۃ سوی ما ذکرناہ"[۲] ابن الصلاح لکھتے ہیں کہ مسانید کا درجہ سنن سے کم تر ہے، کیوں کہ اصحاب سنن انہی حدیثوں کو نقل کرتے ہیں جو ان کی نظر میں سب سے صحیح ہوتی ہیں، برخلاف مسانید کے مرتب کرنے والوں کے، کہ وہ اپنی مسند میں صحابی کی روایت کردہ ہر حدیث نقل کرتے ہیں، خواہ وہ قابل حجت ہو یا نہ ہو۔[۳]

مختلف امصار وممالک میں مختلف ائمۂ حدیث نے مسانید مرتب کی ہیں، لیکن اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ کس نے سب سے پہلے مسند مرتب کی۔ ذہبی خلیلی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ بصرہ میں سب سے پہلے صحابہ کی ترتیب پر مسند مرتب کرنے والے ابوداؤد طیالسی ہیں۔[۴] حاکم کا کہنا ہے کہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے رجال کے اعتبار سے مسند کی تصنیف کرنے والوں میں عبید اللہ بن موسیٰ عبسی اور ابوداؤد طیالسی ہیں۔[۵] اگرچہ مسند ابوداؤد طیالسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ طیالسی کی مرتب کردہ نہیں ہے، بلکہ بعض خراسانی حفاظ نے اسے مرتب کیا تھا۔[۶]

ابن عدی عبد اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ کوفہ میں سب سے پہلے یحیٰ حمانی نے، بصرہ میں مسدّد نے، اور مصر میں اسد السنہ نے مسانید مرتب کیں۔ ۷ ابن خطیب لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے مسند تصنیف کرنے والے نعیم بن حماد ہیں۔ ۸ مسانید مرتب کرنے والوں میں امام حمیدی کا بھی نام آتا ہے، سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسند مرتب کرنے والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ۹

قطع نظر اس کے کہ کس نے سب سے پہلے مسند مرتب کی یہ بات واضح ہے کہ مذکورہ بالا ائمۂ حدیث کا شمار مسانید کی تالیف میں صف اول میں ہوتا ہے۔

امام حمیدی:

ابو بکر عبداللہ بن زبیر بن عیسٰی قرشی اسدی کا سلسلۂ نسب رسول اللہ ﷺ کے واسطہ سے قصی میں اور زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجہؓ سے اسد بن عبد العزی پر جا کر ملتا ہے۔ ۱۰ شیوخ میں ابراہیم بن سعد، فضیل بن عیاض، سفیان بن عیینہ اور امام شافعی وغیرہ ہیں۔ اور امام بخاری، محمد بن یونس، محمد بن یحیٰ ذہلی، ابوزرعہ، بشر بن موسیٰ جیسے مشہور ائمہ حدیث کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

علم وفن میں امام حمیدی کا مقام بہت بلند ہے۔ حدیث اور فقہ میں ان کو اس درجہ کمال حاصل تھا کہ امام بخاری نے اپنی کتاب کو حمیدی کی روایت سے صرف اس لئے شروع کیا کہ وہ قریش میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔ ۱۱ حافظہ اس قدر مضبوط تھا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی بلغمی مزاج شخص کو حمیدی سے زیادہ حافظہ والا نہیں دیکھا، انہیں صرف سفیان بن عیینہ سے دس ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ ۱۲

یعقوب فسوی کا بیان ہے کہ میری ملاقات کسی ایسے شخص سے نہیں ہوئی جو حمیدی سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہو۔ ۱۳ عبدالرحمٰن نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن عیینہ سے روایت کرنے میں حمیدی سب سے زیادہ معتبر ہیں، وہ اصحاب عیینہ کے سردار ہیں، ثقہ ہیں، امام ہیں۔ ۱۴ جب امام بخاری کو کوئی حدیث ان سے مل

جاتی تو پھر کسی دوسرے ثقہ راوی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہ سمجھتے، بخاری نے ان سے ۷۵ حدیثیں روایت کی ہیں۔۱۵

امام حمیدی کی سیرت کا ایک کم زور پہلو یہ تھا کہ وہ فقہائے عراق کے سلسلہ میں سخت گیر تھے، ان کے بارے میں سخت کلامی کیا کرتے۔ حمیدی کو جب غصہ آتا تو ازخود رفتہ ہو جاتے اور گفتگو میں درشتی اور سختی پر اتر آتے۔۱۶

امام حمیدی کی جلالت علمی، فضل وکمال اور حدیث میں ان کی امامت کو معاصرین نے فراخ دلی کے ساتھ تسلیم کیا ہے اور ان کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ ان کا مکہ مکرمہ میں ۲۱۹ھ میں انتقال ہوا۔۱۷ حمیدی کی چند اہم تصانیف ہیں۔ ان میں کتاب الرد علی النعمان اور کتاب التفسیر عن الحمیدی کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے علاوہ ان کی سب سے مشہور تصنیف ''مسند'' ہے۔

مسند حمیدی کی خصوصیات:

یہ امام حمیدی کی شہرۂ آفاق حدیث کی کتاب ہے، اس میں ۱۲۹۳ حدیثیں ہیں، بیش تر مرفوع ہیں، صحابہ وتابعین کے کچھ آثار بھی منقول ہیں۔ پہلی حدیث حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے۔ حالاں کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے بستان المحدثین میں مسند حمیدی کی جو پہلی حدیث نقل کی ہے وہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔۱۸ لیکن یہ واقعہ کے بالکل برعکس ہے، مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''ولعله لم يقف على مسند الحميدي و كان عنده نقل عن بعض المصنفين واعتمده والواقع خلاف ذلک، فان أول مسند الحميدي كما ترى حديث أبي بكر الصديق في صلوٰة التوبة...... و كيف يفتتح الحميدي مسنده بحديث جابر...... وقد جرت عادة مصنفي المسانيد أنهم يفتتحون مسانيدهم بأحاديث أبي بكر الصديق.'' ۱۹

(شاید شاہ صاحب کو مسند حمیدی کا (اصل) نسخہ نہ ملا ہو، اور ان کے پاس کسی مصنف کا نقل کردہ نسخہ ہو اور اسی پر وہ اعتماد کر بیٹھے ہوں۔ یہ بالکل خلاف واقعہ بات ہے، کیوں کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسند حمیدی کی پہلی حدیث حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نماز توبہ کے سلسلہ میں مروی ہے۔ اور ایسا کیوں کر ہوسکتا ہے کہ حمیدی اپنی مسند کو حضرت جابر کی حدیث سے شروع کریں، جب کہ عام طور پر مصنفین اپنی مسانید کی ابتداء حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایات سے کرتے ہیں۔)

یہ مسند گیارہ اجزاء پر مشتمل ہے۔ یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ کتاب میں "الجزء العاشر" عنوان کے بعد حدیث نمبر ۱۲۴۶ پر "تم الجزء" لکھا ہوا ہے، حالاں کہ اس کے بعد قاعدہ کی رو سے "اول الجزء الحادي عشر" لکھا جانا چاہئے، جو کہ نہیں لکھا ہوا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کتاب کا کوئی جزو ناقص رہ گیا ہو۔

اس کتاب کے گیارہ ہی اجزاء ہیں۔ کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ ناسخین کو کتاب کے اجزاء میں ایجاز واطناب کی ضرورت پڑتی ہے، جس کی وجہ سے ترتیب میں کمی یا زیادتی ہو جاتی ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حدیث نمبر ۱۲۴۶ کے بعد "الجزء الحادی عشر" کا عنوان درج ہونے سے رہ گیا ہو۔[۲۰]

مسند حمیدی کے رواۃ:

حمیدی سے مسند کو ابو اسمٰعیل سلمی متوفی ۲۸۰ھ نے اور ابو اسمٰعیل سے قاسم بن اصبغ نے روایت کیا ہے، دوسرے جلیل القدر راوی بشر بن موسیٰ اسدی متوفی ۲۸۸ھ ہیں، حافظ ابن حجر کے بقول حمیدی سے مسند کی روایت کرنے والے اور بھی کئی راوی ہیں۔ دنیا کے مختلف کتب خانوں میں مسند حمیدی کا جو مخطوطہ محفوظ ہے وہ صرف بشر بن موسیٰ کی روایت کا ہے۔ مولانا الاعظمی نے اسی نسخہ کو مرتب کیا ہے۔[۲۱]

تصحیح وتعلیق:

قدیم مسانید کے بارے میں زمانۂ دراز سے ہم سنتے چلے آرہے تھے، لیکن ان

سے استفادہ آسان تو کیا، ناممکن سا تھا۔ مخطوطات کی شکل میں یہ ذخیرۂ حدیث دنیا کے بڑے بڑے کتب خانوں میں بھی خال خال ہی پایا جاتا ہے۔ یہ قیمتی سرمایۂ حدیث ضائع ہی ہونے کو تھا کہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد کا امت مسلمہ پر دیگر احسانات میں سے ایک زبردست احسان ہے کہ اس نے 'مسند ابوداؤد طیالسی کو پہلی مرتبہ ۱۳۲۱ھ میں طبع کر کے عام کیا اور ہم ایک فرض کفایہ سے عہدہ برآ ہو گئے۔ ایک عرصہ سے مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی کے دل میں یہ خواہش تھی کہ کاش کوئی اللہ کا بندہ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیتا اور بقیہ مسانید کو بھی دریافت کرتا! جس سے مستشرقین کی طرف سے صحاح پر ہونے والے اعتراضات کی بھی تردید ہو جاتی کہ تدوین احادیث میں مرور زمانہ کا اثر ضرور ہوا ہوگا، اس لئے یہ ذخیرے قابل اعتماد نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس نیک آرزو کی تکمیل کا شرف مولانا الاعظمی کو ہی بخشا۔ مولانا کو دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں مسند حمیدی کا ایک مخطوطہ مل گیا۔[۲۲] تلاش و جستجو کے بعد ۱۹۵۸ء میں مکتبہ سعیدیہ میں مسند حمیدی کا دوسرا نسخہ دست یاب ہوا، جو ۱۳۱۱ھ کا مکتوبہ تھا، ان دو نسخوں کے ہاتھ لگ جانے پر مولانا نے مسند حمیدی کی تحقیق و تحشیہ کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اسی اثناء میں ۱۱۵۹ھ سے پہلے کے لکھے ہوئے ایک اور نسخہ کی اطلاع ملی جو کتب خانہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں موجود تھا۔ عثمانیہ کا قلمی نسخہ نسبتۃً زیادہ صحیح اور قدیم تھا۔

انہی تین نسخوں کی مدد سے تحقیق کا کام شروع ہوا۔ مولانا نے دیوبند کے نسخہ کو بنیادی نسخہ قرار دیا اور اس کا مقابلہ مکتبہ سعیدیہ اور جامعہ عثمانیہ کے نسخوں سے کیا۔ ایک ایک حدیث کو ان تینوں نسخوں سے ملایا گیا اور ایک ایک لفظ اور حرف کا پوری احتیاط کے ساتھ موازنہ کیا گیا۔ جب مسند حمیدی کی طباعت کا کام شروع ہوا تو اسی دوران میں دارالکتب الظاہریہ دمشق سے مائیکروفلم کے ذریعہ تیار کردہ مسند حمیدی کا چوتھا نسخہ ملا، جس سے تصحیح و تحشیہ میں کافی مدد ملی۔

مولانا نے صرف تصحیح ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ احادیث کی امہات کتب اور متداول کتابوں سے تخریج بھی کی کہ کن کن کتابوں میں، کہاں پر، اور کن طرق سے یہ

احادیث آئی ہیں۔ زیادہ تر صحیحین اور سنن اربعہ کے حوالے پر اکتفا کیا گیا، جہاں ضرورت پڑی وہاں الفاظ غریبہ کی تشریح و توضیح بھی کی گئی اور اختلاف نسخ کو بھی واضح کیا۔ مسند حمیدی کے اخیر میں اصول سنت سے متعلق حمیدی کا ایک مختصر رسالہ بھی ہے۔ یہ رسالہ چاروں مخطوطات میں تھا، مولانا نے اس کو اسی طرح سے مسند کے اخیر میں ملحق کرکے شائع کیا۔

اس کتاب میں مسانید کو جمع کیا گیا ہے، یعنی درجات صحابہ کے اعتبار سے احادیث مرتب کی گئی ہیں، اس لئے اگر کسی صحابی کی حدیث کی تلاش ہو تو بآسانی مل جائے گی، لیکن اگر فقہی مسئلہ سے متعلق حدیث تلاش کی جائے تو یقیناً یہ ایک دشوار گزار امر ہوگا، اس دقت سے بچنے کے لئے مولانا الاعظمی نے جدید اسلوب کے مطابق چند فہرستیں تیار کیں، ایک فقہی ابواب پر مشتمل ہے، دوسری اعلام وامکنہ کی فہرست ہے، تیسری فہرست مسانید ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں صحابی کی حدیث فلاں صفحہ پر ہے، مسانید کی فہرست مولانا الاعظمی کی تیار کردہ نہیں ہے، بلکہ یہ فہرست مولانا محی الدین الہ آبادی نے مرتب کی تھی، جس کا تذکرہ خود مولانا الاعظمی نے مقدمہ میں کیا ہے۔[۲۳] یہ اشاریہ دیوبند کے نسخہ سے ملحق تھا، دیوبند کا نسخہ مولانا محی الدین الہ آبادی کی ہی ملک تھا، جس کو انہوں نے دارالعلوم دیوبند کو وقف کردیا تھا۔[۲۴]

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب الاعظمی کا ۲۳صفحات پر مشتمل اس کتاب پر مقدمہ بھی ہے، جس میں مسانید کی تاریخ، مسند حمیدی کا تعارف اور اس کے رواۃ کے مختصر حالات بیان ہوئے ہیں۔ اس مسند کو کس طرح مرتب کیا گیا اور تصحیح وتحشیہ میں کن امور کا لحاظ رکھا گیا۔ اخیر میں انہوں نے اپنے فرزند مولانا رشید احمد اور شاگرد عزیز مولانا عبدالستار کا ذکر کرتے ہوئے انہیں دعائیں دی ہیں کہ انہوں نے مسند حمیدی کے نقل و تبییض اور نسخوں کے باہم مقابلہ میں تعاون کیا۔

مولانا نے تحقیق کے کام کو یہیں نہیں روک دیا، بلکہ پوری مسند کا غور وخوض کے ساتھ مطالعہ کیا کہ کہیں کوئی غلطی نہ رہ جائے اور اپنی ہی تحریر میں جلد اول میں چوبیس

صفحات پر استدراکات لکھے اور فروگزاشتوں کی اصلاح کی۔ اور جلد ثانی میں ''الاستدراک والتعقیب'' کا عنوان قائم کر کے تین صفحات میں اغلاط کی تصحیح کی۔

مسند حمیدی پہلی مرتبہ ۱۳۸۲ھ م ۱۹۶۳ء میں دو جلدوں میں مجلس علمی ڈابھیل سے شائع ہوئی۔ مسند حمیدی کی اشاعت میں جناب مولانا محمد بن موسیٰ میاں مؤسس مجلس علمی (کراچی وسملک) کا اہم کردار رہا ہے۔ مولانا الاعظمی نے مقدمہ میں ان کا نام بڑے ادب واحترام کے ساتھ لیا ہے۔

تحقیق میں خیانت کا الزام:

ابوہشام اعظمی نے مسند حمیدی کی تحقیق میں مولانا الاعظمی پر خیانت اور خرد برد کا الزام لگایا ہے۔ انھوں نے اپنے مضمون میں سخت انداز نگارش اختیار کیا ہے جس میں مزاج تحقیق پر مناظرانہ رنگ غالب ہے۔ حالاں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تنقید کے لئے نامناسب الفاظ کا استعمال کیا جائے، بلکہ ناشائستہ الفاظ سے تنقید وتحقیق کا معیار پست ہوجاتا ہے۔ ابوہشام صاحب کا یہ مضمون ''مولانا ابوالمآثر حبیب الرحمٰن الاعظمی کی حدیث رسولؐ میں ناروا خیانت اور جعل سازی'' کے عنوان سے مجلّہ 'محدث' (مارچ ۱۹۸۶ء) میں شائع ہوا ہے۔ جس حدیث کو بنیاد بنا کر اعتراضات کیے گئے ہیں، پہلے وہ حدیث نقل کی جاتی ہے، تاکہ اعتراض کی نوعیت بالکل واضح ہوجائے۔

حدیث نمبر ۶۱۴: حدثنا الحمیدی قال: ثنا الزهری قال: أخبرنی سالم بن عبدالله عن أبيه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع يديه حذو منكبيه، واذا أراد أن يركع و بعدما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدتين.

(حمیدی نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، زہری نے کہا کہ ہم سے سالم بن عبداللہ نے اپنے والد کے حوالہ کے ساتھ بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ جس وقت آپ نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو

دونوں شانوں تک اٹھاتے۔ اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد تو ہاتھ نہیں اٹھاتے اور نہ دونوں سجدوں ہی کے درمیان۔)

اس حدیث میں کئی طرح سے قطع و برید کا الزام لگایا گیا ہے، ایک تو یہ کہ مخطوطہ (مکتبۂ ظاہریہ) میں 'حدثنا الحمیدي' کے بعد 'ثنا سفیان' ہے، مگر مولانا نے سفیان کو ساقط کردیا، اس کے بعد 'نا الزهري' ہے، مگر مولانا نے 'نا' کو گرادیا اور 'الزهري' کو سفیان سے قبل والے 'نـا' کے ساتھ جوڑ دیا ہے، اس طرح امام زہری کو امام حمیدی کا براہ راست استاذ بنادیا گیا، اور امام زہری سے امام حمیدی کا سماع بھی ثابت کردیا گیا، حالانکہ امام زہری رمضان ۱۲۴ھ میں وفات پاچکے تھے اور امام حمیدی امام شافعی (پیدائش ۱۵۰ھ) کے شاگرد ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام حمیدی کو اپنی پیدائش سے پہلے ہی امام زہری سے ملاقات، شاگردی اور سماع کا شرف حاصل ہوگیا۔

تحریف کا دوسرا الزام یہ ہے کہ "واذا أراد أن یرکع وبعدما یرفع رأسه من الرکوع" کے بعد صرف ایک فقرہ ہے "ولا یرفع بین السجدتین"، لیکن مولانا نے 'ولا یرفع' کے 'وٗ' کو 'ف' سے بدل کر 'فلا یرفع' کردیا اور اس تحریف سے پیدا ہونے والے معنیٰ کو یقینی بنانے کے لئے مولانا نے جدید کتابت کا سہارا لیتے ہوئے 'حذو منکبیه' کے بعد اور 'واذا أراد' سے پہلے کاما لگادیا، اس کے نتیجہ میں 'بین السجدتین' مہمل ہوا جاتا ہے۔ اس لئے اس تحریف کی آبرو سلامت رکھنے کے لئے موصوف نے ایک اور تحریف کی یعنی 'بین السجد تین' سے پہلے لفظ 'ولا' بڑھادیا۔ ۲۵؎

خلاصہ یہ کہ مندرجہ بالا حدیث اثبات رفع یدین کی تھی۔ رد و بدل کرکے یہ حدیث ترک رفع یدین کی حدیث بنادی گئی۔

الزام کا جواب:

عرض ہے کہ محترم معترض کو ۱۹۸۶ء میں یہ بات سوجھی، جب کہ مولانا الاعظمی نے ۱۹۶۵ء میں ہی راویان حدیث میں سے ایک کے چھوٹ جانے کا اعتراف کیا ہے،

جب پاکستان کے ایک عالم نے اس مسئلہ پر وضاحت چاہی تھی۔ ۱۵؍اگست ۱۹۶۵ء کے ایک مکتوب میں مولانا اعظمی تحریر فرماتے ہیں:

"حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا الزہری الخ مسند حمیدی کے نسخۂ مکتبہ ظاہریہ اور اس کے ہندوستانی مخطوطات میں بھی یوں ہی ہے، مطبوعہ نسخوں میں حرف جوڑنے والوں کی غلطی سے قال حدثنا سفیان چھوٹ گیا ہے، اغلاط میں اس کو دینا چاہئے تھا، مگر سہواً رہ گیا۔" [26]

اس تحریر کے بعد مولانا پر خیانت کا الزام کیسے لگایا جاسکتا ہے؟ اور جہاں تک الفاظ میں ردّ و بدل کی بات ہے تو اس سلسلہ میں واضح رہے کہ مولانا الاعظمی نے تین نسخوں کی مدد سے تحقیق کا کام شروع کیا تھا، ان میں بھی دیوبند کے نسخہ کو اصل قرار دیا تھا، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے۔ ان تینوں مخطوطات میں حدیث کے بعینہ وہی الفاظ موجود ہیں۔ مولانا الاعظمی نے اس حدیث پر حاشیہ لگایا اور اختلاف روایت کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

"أخرج البخاري أصل الحديث من طريق يونس عن الزهري وأما رواية سفيان[27] عنه فأخرجها أحمد في مسنده وأبوداؤد عن أحمد في سننه لكن رواية أحمد عن سفيان تخالف رواية المصنف عنه ففي مسند أحمد رأيت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم اذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذي منكبيه واذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع وقال سفيان مرة واذا رفع رأسه وأكثر ما كان يقول وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفع بين السجدتين (ج ۲: ۸) ففيه كما ترى اثبات الرفع عند الركوع والرفع منه ونفيه بين السجدتين، وفي رواية الحميدي نفيه في الركوع والرفع منه وفيما بين السجدتين جميعاً." [28]

(بخاری نے اصل حدیث کو یونس عن الزہری کے طریق سے روایت کیا ہے اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں یہ حدیث سفیان عن الزہری کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں یہ حدیث امام احمد کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ لیکن سفیان سے احمد بن حنبل کی روایت کردہ حدیث حمیدی کی روایت سے مختلف ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سفیان کبھی کہتے کہ آپ ﷺ جب سر اٹھاتے اور اکثر یہ کہا کرتے کہ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اور دونوں سجدوں کے درمیان ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ (جلد ۲:۸) اس روایت میں جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کا ثبوت ہے اور سجدوں کے درمیان اس کی نفی ہے۔ اور حمیدی کی روایت میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے وقت اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کی نفی ہے۔)

مولانا اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے آخر میں تحریر فرماتے ہیں: "**ولم يتعرض أحد من المحدثين لرواية الحميدي هذه**" ۲۹ (حمیدی کی اس روایت سے کسی بھی محدث نے تعرض نہیں کیا ہے) اس جملہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصولی طور پر اس حدیث کی روایت اور صحت پر کلام کی گنجائش نہیں۔

یہ خیانت کے بجائے علمی دیانت کا اعلیٰ معیار ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی نے حدیث کے متن کو حنفیہ کی دلیل بنانے کے بجائے اس حدیث کی تحقیق کی اور اس کی حیثیت بھی متعین کی۔ معترض نے اپنے اعتراض کی بنیاد مکتبہ ظاہریہ کے مخطوطہ پر رکھی ہے، عین ممکن ہے کہ اس نسخہ میں غلطی ہو، کیوں کہ یہی روایت اسی سند ومتن کے ساتھ مسند ابی عوانہ میں بھی ہے۔

مکتبۂ ظاہریہ کے نسخہ میں خطا ولغزش کے امکانی پہلو کی جانب مولانا اعجاز احمد

اعظمی نے متوجہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے مسند ابی عوانہ کی حدیث پیش کی اور اس مسئلہ پر شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ مولانا اعجاز احمد کی تحریر ملاحظہ ہو:

"حدثنا عبدالله بن أيوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا حدثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن أبيه قال رأيت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوٰة يرفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه واذا أراد أن يركع بعد ما يرفع رأسه من الركوع لا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين.

ابوعوانہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن ایوب مخرمی اور سعدان بن نصر اور شعیب بن عمرو نے حدیث بیان کی، ان سے سفیان بن عیینہ نے زہری کے واسطہ سے، انھوں نے سالم کے واسطہ سے، وہ اپنے والد کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے تھے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد نہیں اٹھاتے تھے اور بعض نے کہا کہ دونوں سجدوں کے درمیان نہیں اٹھاتے تھے۔ پھر اس کے بعد ہے کہ:

حدثنا الصائغ بمكة قال حدثني الحميدي قال حدثنا سفيان عن الزهري قال أخبرني سالم عن أبيه قال رأيت رسول الله ﷺ مثلہ۔ مطلب یہ ہے کہ حمیدی نے بھی سابقہ سند کے ساتھ اسی کے مثل روایت کیا ہے جیسے پہلی روایت گزری۔

اب تو سفیان سے روایت کرنے والے تنہا حمیدی نہیں ہیں، تین اور راوی اسی طرح روایت کرتے ہیں، تو کیا اس کی بنیاد پر نہیں کہا جاسکتا کہ نسخۂ ظاہریہ میں ممکن ہے کہ کاتب سے کچھ تصرف واقع ہوگیا ہو، اور صحیح نسخہ وہی

ہو جو حضرت محدث کے پاس پہلے سے تھا؟ بہرحال جب یہ حدیث اسی طرح اسی سند و متن کے ساتھ حافظ ابوعوانہ نے صائغ کے حوالہ سے امام حمیدی سے نقل کی ہے تو اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ مسند حمیدی کے مطبوعہ ایڈیشن میں جو متن درج کیا گیا ہے، اس کی نسبت امام حمیدی کی جانب درست ہے، اور مسند حمیدی کی روایت وہی ہے۔ کیونکہ اسی کی تائید مسند ابی عوانہ سے ہورہی ہے، اور مکتبۂ ظاہریہ کے نسخہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے حضرت سفیان بن عیینہ کے دوسرے جلیل القدر تلامذہ مثلاً یونس اور امام احمد بن حنبل سے جو الفاظ منقول ہیں وہی لکھ دیئے ہیں، ورنہ حمیدی سے جو کچھ منقول ہے وہ وہی ہے جو مسند میں ہے۔'' ۳۰

جب مسند حمیدی منظر عام پر آئی تو علمی حلقوں میں حدیث کی اس خدمت کی زبردست پذیرائی ہوئی۔ اسکو ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ دنیا کے مشہور علمی رسالوں میں اس پر تبصرے اور ریویو لکھے گئے۔ مشہور محدث اور فقیہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے مسند حمیدی کی جلد اول پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''وقد صدر منه الجزء الأول محققا عن أربع نسخ مخطوطة، في طباعة جيدة متقنة، وبتحقيق وتعليق العلامة الكبير المحقق المحدث مولانا الشيخ حبيب الرحمٰن الأعظمي، الذي عرفه علماء بلاد الشام ومصر والمغرب وغيرها من تحقيقاته واستدراكاته النادرة الغالية على العلامة الشيخ أحمد شاكر رحمه الله تعالىٰ في تحقيقه لكتاب "مسند أحمد" وقد أتم حفظه الله تعالىٰ صنيعه الجميل في اخراج هذا "المسند" أحسن إتمام.'' ۳۰

(چار نسخوں کی مدد سے تحقیق وتصحیح کے بعد مسند حمیدی کی جلد اول عمدہ اور صاف ستھری طباعت کے ساتھ شائع ہوئی، تحقیق وتعلیق کا کارنامہ علامہ کبیر محقق محدث مولانا شیخ حبیب الرحمٰن الاعظمی نے انجام دیا، جن کو شام، مصر،

مغرب وغیرہ ممالک کے علماء نے ان کی تحقیقات اور ''مسند احمد'' کی تحقیق میں علامہ شیخ احمد محمد شاکر پر ان کے قیمتی اور نادر استدراکات کے حوالہ سے جانا۔ اللہ ان کو حفظ وامان میں رکھے۔ اس ''مسند'' کو منظر عام پر لانے میں انہوں نے اپنے کام کو بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔)

جنیوا سے شائع ہونے والے عربی مجلّہ ''المسلمون'' نے مولانا الاعظمی کو اس انداز میں داد تحسین دی:

''ولا يسعنا أمام هذا العمل المبرور الذي قام به الأستاذ الجليل الشيخ حبيب الرحمٰن الأعظمي والمجلس العلمي بكراتشي الا أن نذكره قوله صلى الله عليه وسلم وكفى به تنويها: ''نضّر الله امرأً سمع مقالتي فوعاها وأدّاها كما سمعها.'' ۳۲

(اس مقبول عمل کو دیکھ کر، جس کو استاذ جلیل شیخ حبیب الرحمٰن الاعظمی اور مجلس علمی کراچی نے انجام دیا ہے، حضور اکرم ﷺ کا فرمان یاد آجاتا ہے اور اس کی تعریف میں اتنا ہی کافی ہے: ''اللہ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میرا کلام سنا، پھر اسے محفوظ رکھا اور اس کو ویسا ہی پہونچایا جیسا کہ اس نے سنا تھا۔)

ڈاکٹر محمود طحان ''اصول التخریج ودراسۃ الأسانید'' میں مسند حمیدی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''......وحقّقه وعلّق عليه فضيلة الأستاذ الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي جزاه الله خيراً، وقد عني بتحقيقه والتعليق عليه عناية جيدة......وهو عمل يشكر عليه'' ۳۴

(......اور اس کی تحقیق وتعلیق فضیلۃ الاستاذ شیخ حبیب الرحمٰن الاعظمی نے کی ہے، انہوں نے اس کی تحقیق وتعلیق میں غایت درجہ توجہ سے کام لیا ہے، اپنے اس کارنامہ پر وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔)

تعلیقات کے نمونے:

۱- ج:۱ص:۲ح:۱-أخبرنا الحميدي، أخبرنا سفيان بن عيينة أبو محمد، ثنا مسعر بن كدام عن عثمان بن مغيرة الخ

اصل نسخہ (دیو بند کے نسخہ) میں "عثمان" کے بجائے "عمر" رقم تھا، لیکن اسی نسخہ کے حاشیہ میں کاتب نے "عثمان" بھی لکھا تھا۔ جامعہ عثمانیہ کے نسخہ میں بھی "عمر" ہی تھا، اور چوں کہ دیو بند اور مکتبہ سعیدیہ حیدرآباد کے نسخوں میں خال خال ہی اختلاف تھا اس لئے اس میں بھی ایسا ہی تھا، لیکن مولانا نے متن میں "عثمان" تحریر فرمایا جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

چنانچہ اب ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ متن میں مولانا الاعظمی نے "عمر" اور "عثمان" میں "عثمان" کا انتخاب کیوں کیا؟ محقق علام نے حدیث اور رجال حدیث سے متعلق اپنی بے پناہ صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے اس تصحیح کے سلسلہ میں حوالے دیئے کہ امام احمد نے مسند احمد میں مسعر اور ثوری کے طریق سے عثمان بن مغیرہ سے نقل کیا ہے۔ (ج۱:۱۵۳) امام ترمذی نے بھی ابوعوانہ کے طریق سے عثمان بن مغیرہ سے ہی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ (ج۱:۳۱۴) اسی طرح مسند طیالسی، ابن سنی کی "عمل الیوم واللیلۃ" میں بھی عثمان بن مغیرہ ہی ہے۔

پھر مخطوطوں میں "عثمان" کے بجائے "عمر" کیسے لکھ دیا گیا؟ مولانا الاعظمی اس کی توجیہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ کاتب نے "عثمان" کو 'عمر' کے انداز میں لکھا ہوگا، اور اس پر نقطے نہیں لگائے ہوں گے، اب کسی دوسرے کاتب نے دیکھا تو سمجھ لیا کہ "عمر" لکھا ہوا ہے، اس لئے ویسا ہی نقل کر دیا۔

۲- ج:۱ص:۳۵ح:۶۴- حدثنا الحميدي، ثنا سفيان، ثنا عمرو بن دينار قال: سمعت بحالة الخ

اصل نسخہ میں "خالداً" تھا، مولانا الاعظمی کے نزدیک "خالداً" غلط ہے،

انہوں نے اسکی جگہ پر "بحالة" تحریر فرمایا، جیسا کہ ہم متن میں دیکھ رہے ہیں۔ مولانا نے اپنی تصحیح کی تائید میں دلائل بھی پیش کیے ہیں کہ امام بخاری (ج۶ ص۱۶۳)، امام احمد (ج۳ ص۱۲۳) اور امام ترمذی (ج۲ ص۳۹۳) نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، اور سبھی کے نزدیک "بحالة" ہی ہے۔

۳- ج:۲ ص:۲۹۰ ح:۶۵۴ -حدثنا الحميدي قال: ثنا سفيان قال ثنا ابن جريج الخ

ایک ایک حدیث کے سلسلہ میں مولانا الاعظمی پوری طرح سے واقف و باخبر نظر آتے ہیں کہ بعینہ وہ حدیث یا اس مضمون کی حدیث کس کتاب میں کس واسطے سے موجود ہے اور کن راویوں نے اس کو روایت کیا ہے، ان تمام چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے مالک اور لیث کے طریق سے مرفوعاً اس کو روایت کیا ہے (ج۴ ص۲۲۶، ۲۲۹)، امام بخاری نے مرفوعاً وموقوفاً دونوں طرح یحییٰ بن سعید کے طریق سے دوسرے لفظوں میں بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے (ج۴ ص۲۲۵)۔

حواشی ومراجع:

۱۔ مسند ابو داؤد طیالسی، ج۱، ص۵۰، تحقیق ڈاکٹر محمد بن عبد المحسن الترکی، مرکز البحوث والدراسات العربیة والاسلامیة، دار ہجر، ۱۹۹۹ء، طبع اول

۲۔ الرسالة المستطرفہ، محمد بن جعفر الکتانی، بیروت، ۱۳۳۲ھ، طبع اول، ص۶۳

۳۔ مقدمہ ابن الصلاح، مؤسسة الکتب الثقافیة بیروت، ص۳۴

۴۔ سیر اعلام النبلاء، شمس الدین الذھبی، مؤسسة الرسالة بیروت، ۱۹۹۸ء، ۹/۵۵۴

۵۔ تدریب الراوی، جلال الدین سیوطی، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۹۹۹ء، ۲/۱۴۰

۶۔ ایضاً

۷۔ الکامل، ابن عدی جرجانی، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۹۹۷ء، ۹/۹۸

۸۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۹۹۷ء، طبع اول، ۱۳/۳۰۸

۹۔ مسند امام احمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة بیروت، ۱۹۹۹ء، طبع دوم، ۱/۵۶

۱۰۔ عمدة القاری، بدر الدین عینی، دار الفکر بیروت، ۲۰۰۲ء، ۱/۴۲

۱۱۔ فتح الباری، ابن حجر عسقلانی، رئاسة ادارات البحوث العلمیة والافتاء والدعوة والارشاد، سعودی عرب

۱۲۔ طبقات الشافعیہ، ابن سبکی، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۹۹۹ء، طبع اول

۱۳۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۰/۶۱۷

۱۴ الجرح والتعدیل ج:۲ قسم:۲ ص ۵۷، عمدۃ القاری ا/ ۴۵، سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۶۱۷، تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، تحقیق مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۴ء، طبع اول، ۵/ ۹۳

۱۵ تہذیب التہذیب ۵/ ۱۹۳

۱۶ مقدمہ مسند حمیدی، تحقیق مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی مجلس علمی ڈابھیل، ۱۹۸۸ء، طبع دوم

۱۷ کتاب الانساب، سمعانی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۹ء، طبع اول، ۲/ ۹۲

۱۸ بستان المحدثین، شاہ عبد العزیز، ص ۹۴

۱۹ مقدمہ مسند حمیدی، (ا/ ۶۹-۷۰)

۲۰ ایضاً

۲۱ مآثر ومعارف، قاضی اطہر مبارکپوری، ندوۃ المصنفین دہلی، ۱۹۷۱ء، ص ۲۰۶

۲۲ مسند حمیدی کا یہ قلمی نسخہ بڑے سائز پر ہے، ۱۳۷ صفحات ہیں، ہر صفحہ پر ۲۵ سطریں ہیں، ہر دو ورق کے درمیان ایک سادہ ورق ہے، شروع میں فہرست بھی ہے، سنہ کتابت ۱۳۲۴ھ، کاتب کا نام درج نہیں۔ (تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، مفتی محمد ظفیر الدین، ا/ ۱۲۵-۱۲۶)

مسند حمیدی کے نسخۂ دیوبند کے دو کاتب ہیں ایک تو خود مالک مخطوطہ مولانا محی الدین الہ آبادی اور دوسرے میاں نذیر حسین کے شاگرد مولوی حافظ نذیر حسین عرف زین العابدین۔ (راحۃ القلب والعینین باحادیث ترک رفع الیدین، مولانا احمد اللہ قاسمی، ص ۱۱۰)

۲۳ مولانا محی الدین جعفری زینبی بانی مدرسہ مصباح العلوم الہ آباد مولانا حکیم فخر الدین صاحب کے والد ماجد تھے۔

۲۴ مقدمہ مسند حمیدی (ا/ ۵۳)

۲۵ محدث ش:۳، ج:۵، ص ۳۶-۳۷

۲۶ المآثر جولائی تا ستمبر ۱۹۹۲ء ص ۴۳

۲۷ حاشیے میں سفیان کی روایت کا حوالہ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ متن میں غلطی سے چھوٹ گیا ہے، نہ کہ عمداً۔

۲۸ مسند حمیدی، ۲/ ۲۷۷-۲۷۸

۲۹ ایضاً

۳۰ المآثر جولائی تا ستمبر ۱۹۹۲ء ص ۴۵-۴۷

۳۱ مجلۃ المجمع العلمی العربی، ج/ ۳۸، جزء ۴، ص ۶۸۸

۳۲ المسلمون، ج:۹، ۷-۸، ص ۱۴۴-۱۴۵

۳۳ اصول التخریج ودراسۃ الأسانید، ڈاکٹر محمود طحان، دار القرآن الکریم، بیروت ۱۹۸۱ء، طبع سوم، ص ۴۲

☆